ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
**Volume 2, 2021(Issue III, July to September)**
ماخذ تحقیقی مجلہ

**ڈاکٹر محمد بلال**
لیکچرار گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج (بوائز) چکری راولپنڈی
**ڈاکٹر ماجد ممتاز**
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف کوٹلی آزاد کشمیر
**مقصود احمد**
لیکچرار، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف بونیر (کے پی کے)

# اردو ناول اور بنیاد پرستی بحوالہ ”آنگن“

**Dr. Muhammad Bilal**
Lecturer, Govt., Associate College (Boys) Chakri Rawalpindi.
**Dr. Majid Mumtaz**
Assistant Professor, Department of Urdu University of Kotli AJ&K.
**Maqsood Ahmad**
Lecturer University of Buner KPK.

## Urdu Novels and Fundamentalism in reference of "Angan"

‘Fundamentalism’ is usually ascribed to religious affiliation of individuals. It is an approach or a trend to evaluate individuals’ actions or behavior in religious background. It has acquired level of top trends in every walk of life, be it media, arts, industry or literature. Since last few decades it has spread around the globe regardless of any discrimination between poor and rich, developed, and undeveloped countries or regions. Another prominent feature of ‘fundamentalism’ is that it is not delimited to any particular social or religious group rather without any discrimination of religion, nation, or education it prevails everywhere. Current research paper sets out to investigate elements of ‘fundamentalism’ in a very popular classical Urdu novel ‘Tuzkarra’ written by Khadija Mastoor. The study delineates that none of the characters including Hindus, Sikh, or Muslims are free from this social trait. Thus, this is a social evil which by no means can be associated with any particular religion.

The author has objectively studied all the characters and themes presented in this noel to present an unbiased picture to the readers.

**Keywords:** *Fundamentalism, religious, media, arts, literature, discrimination, education, popular, Urdu novel.*

بنیاد پرستی کو انگریزی میں fundamentalism کہا جاتا ہے۔ اگر اس کا اردو میں درست ترجمہ کیا جائے تو یہ بنیادیت یا اصولیت ہو گا، یعنی کسی بھی بنیاد پر یا اصل پر قائم رہنا یا ایسا کرنے کی کوشش کرنا۔

قومی انگریزی اردو لغت میں بنیاد پرستی کی وضاحت میں لکھا ہے۔

> بنیاد پرستی؛ یہ عقیدہ کہ انجیل کو حرف بحرف ایک ایسا روحانی اور تاریخی صحیفہ ماننا چاہیے جو ہر قسم کی غلطی یا کوتاہی سے پاک ہے۔(عموماً بڑے F سے) بیسویں صدی کے آغاز میں چلنے والی وہ پروٹسٹنٹ تحریک جو اس عقیدے پر زور دیتی تھی؛ ایسا کوئی عقیدہ یا ایسی کوئی تحریک۔[۱]

بنیاد پرستی کے لیے اردو میں کوئی خاص اصطلاح موجود نہیں۔ لیکن جب ہم اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں دیکھتے ہیں تو اس میں ہمیں اس کی تفصیل ان الفاظ میں ملتی ہے۔

> بنیاد پرستی :انگریزی اصطلاح Fundamentalism کا لفظی ترجمہ ،کیونکہ اردو میں یہ اصطلاح مروج نہیں۔ عربی میں بھی اس کا لفظی ترجمہ ''الاصولیہ'' اب استعمال ہونے لگا ہے ورنہ عربی میں بھی اس سے پہلے اس مفہوم کی کوئی اصطلاح موجود نہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فنڈ امنٹلزم کا مفہوم اسلامی روایت میں کبھی موجود نہیں رہا۔ فنڈامنٹلزم کا مطلب دین کے بنیادی اصولوں سے تمسک ہے۔[۲]

چند عشروں سے بنیاد پرستی دنیا کے بیشتر ملکوں میں عام ہو گئی ہے۔ان میں ترقی یافتہ ممالک بھی شامل ہیں اور غیر ترقی یافتہ بھی۔ بنیاد پرستی کسی خاص طبقے سے وابستہ نہیں اس میں ہر مذہب، رنگ اور نسل کے لوگ نظر آتے ہیں۔ یہ بلا تحصیص مذہب، قوم و نسل ہر جگہ موجود ہے۔

بنیاد پرستی اصل میں چیز ہے کیا؟ یہ کیسا رویہ ہے۔ معانی تو اصطلاح سے واضح ہیں کہ خود ساختہ کسی بھی قسم کی سوچ کے بنیادی نکات پر سختی سے عمل پیرا ہونا، بنیاد پرستی کہلاتا ہے۔ انسان کے نظریات وقت کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں خواہ وہ مذہب کے حوالے سے ہوں، قوم کے حوالے ہوں یا پھر رنگ و نسل کے حوالے سے،

مگر بنیاد پرست اپنے اپنے طور پر ان نکات کو پسند کرتے ہیں جو ان کے نزدیک درست ہوں۔ اگر کوئی ان کی سوچ یا ان کے نظریات کے خلاف بات کرے تو وہ ان کے نزدیک قابل گردن زدنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں کسی کے لیے بھی بنیاد پرستی قابل قبول نہیں۔

ادب زندگی کا عکاس ہے۔ اسی لیے زندگی کے مقصد سے ہٹ کر ادب نہ ہی اپنی منزل تلاش کر سکتا ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔ ایک عام آدمی اور ایک ادیب یوں تو ایک جیسے ہوتے ہیں۔ بس زندگی کو دیکھنے کا انداز دونوں کا مختلف ہوتا ہے۔ ادیب اپنے ماحول کو جیسا پاتا ہے۔ اس کو اپنے جذبات و احساسات سے ظاہر کرتا ہے جبکہ ایک عام آدمی ان احساسات سے صرف متاثر ہوتا ہے۔ ان کو ظاہر نہیں کر سکتا۔

مذہب کے ساتھ انسان کا رشتہ بہت قدیم ہے۔ مذہب انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے کیونکہ انسان کے اندر کئی طرح کے خوف پروان چڑھ رہے ہوتے ہیں۔ ان میں موت کا خوف، کائنات کی وسعت کا خوف، آفات کا خوف، ان سے بچنے کے لیے وہ مذہب کی پناہ لیتا ہے۔ انسان اس کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض لوگ مذہب کو نہیں مانتے لیکن یہ بھی تو ان کا مذہب ہے کہ وہ کسی مذہب کو نہیں مانتے۔ انسان مذہب کی بقا اور حفاظت کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ وہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ ناروا اور انسانیت سے گرا ہو سلوک کر سکتا ہے۔

موجودہ دور کے حالات نہایت گمبھیر ہیں۔ ہر طرف انارکی کا عالم ہے۔ سماجی زندگی کا ہر شعبہ شدید کرب کا شکار ہے۔ انسان اور اس کی محنت کی ناقدری ہمارے معاشرے کی پہچان بن گئی ہے۔ غریب اور بے شناخت عوام میں بھائی چارے جیسی قدریں ناپید ہیں۔ نام نہاد لیڈروں، رہنماؤں اور دانشوروں کے نعرے جھوٹ کا پلندہ بن گئے ہیں۔ ایسے میں ادیب اپنے قلم کو اپنے ضمیر کی آواز کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

برصغیر کی تقسیم ایک بڑا المیہ تھا۔ جس میں کڑوروں لوگوں نے ہجرت کی، ان میں ہندو اور مسلمان سبھی شامل تھے۔ یہ لوگ ایک ہی وقت میں ظالم بھی تھے اور مظلوم بھی۔ ایسے ہنگامہ خیز دور میں اردو ادب میں ہجرت اور فسادات کا حوالہ لازمی تھا۔ اردو میں فسادات اور اس سے متعلق دیگر مسائل کو ادیبوں نے ناول کی بہ نسبت افسانے میں زیادہ پیش کیا۔ اس سلسلے میں "کرشن چندر" "سعادت حسن منٹو" "عصمت چغتائی" "اوپندر ناتھ اشک" "احمد ندیم قاسمی" وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اس کے برعکس اردو ناول میں موضوعات کے اعتبار سے زیادہ زور سماجی حقائق پر

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
**Volume 2, 2021(Issue III, July to September)**

رہا۔ برصغیر پاک و ہند میں بے شمار ناول لکھے گئے۔ جن میں آگ کا دریا" قراۃ العین حیدر "اداس نسلیں" عبد اللہ حسین "آنگن "خدیجہ مستور" وغیرہ اہم ہیں۔

خدیجہ مستور کا یہ ناول برصغیر کی تقسیم کے دوران ہونے والے فسادات کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اندر پائی جانے والی بنیاد پرستی کو بھی دکھاتا ہے۔ مذہب کے نام پر ظلم ہندوؤں نے بھی کیا اور مسلمانوں نے بھی، کم فہم اور مفاد پرست طبقے نے ہم مذہبوں کو بھی نہیں معاف کیا۔ مذہب کے نام پر ایسے قوانین بنائے گئے جن کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا اور نام مذہب کا دیا گیا۔ ایسے بہت سے قوانین ہمیں مختلف مذاہب میں ملتے ہیں۔ تقسیم ہند کے دوران جو فسادات ہوئے وہ کسی سے ڈھکے چھپے نہیں۔ ان کو مختلف ادیبوں نے اپنے ناولوں اور افسانوں کا موضوع بنایا، لیکن خدیجہ مستور نے آنگن میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے اندر پائے جانے والی بنیاد پرستی کو بھی اس ناول میں خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ اس مقالے میں میرا موضوع فسادات کے ساتھ ساتھ بنیاد پرستی بھی ہے۔ جو ناول آنگن میں خدیجہ مستور نے دکھانے کی کوشش کی ہے۔

ناول آنگن میں جس طرح معاشرے کی عکاسی کی گئی ہے وہ کسی مذہب تک محدود نہیں بلکہ جہاں کہیں بھی انسان رہتے ہوں، ماحول کا اثر ضرور قبول کرتے ہیں۔ "آنگن" میں جہاں ہندو دھرم کا تذکرہ کیا گیا، وہاں ان کے رسم و رواج میں پائے جانے والے انسانی حقوق کے قاتل اُصولوں کا مفصل تذکرہ ملتا ہے۔ ہندو مذہب یوں تو بہت سی خوبیوں کا مالک ہے لیکن اس میں کچھ اصول ایسے ہیں جو انسانیت کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔ جیسا کہ عورتوں کے حوالے سے ہندو مذہب کا رویہ، عورت اور مرد کے حقوق میں واضح فرق۔ اسی طرح پورے معاشرے کی ذات پات میں تقسیم شامل ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں نے بھی بہت سی غلط رسومات کو اپنا لیا ہے۔ ان میں کچھ ایسے ہیں جو زمانے کے ساتھ چلنا پسند نہیں کرتے۔ وہ اپنی ماضی کو اہمیت دیتے ہیں۔ ایسے لوگ بنیاد پرست کہلاتے ہیں۔ ایسے لوگ ہر مذہب کا حصہ ہوتے ہیں۔ یہی بنیاد پرستی بڑھتے بڑھتے شدت پسندی اور پھر دہشت گردی پر منتج ہوتی ہے۔ جسے مذہب کا نام دیا جاتا ہے اور پھر قتل و غارت ہوتی ہے، عزتیں لٹتی ہیں، املاک تباہ ہوتی ہیں۔ یہ سب کچھ مذہب کی خدمت سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہ سارے مذاہب کے پیروکاروں نے کیا۔ یہ فسادات دنیا کے ہر کونے میں ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ چاہئے وہ کشمیر ہو یا برما، وہ بوسنیا ہو یا فلسطین ہر ایک جگہ اس کے نشانات مل جاتے ہیں۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
**Volume 2, 2021(Issue III, July to September)**

ناول آنگن میں خدیجہ مستور نے ہندو مذہب میں بنیاد پرستی کو کئی ایک زاویوں سے دکھایا ہے۔وہ اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ کیسا رویہ رکھے ہوئے ہیں اور دوسرے مذاہب والوں سے کیسا۔اپنی عورتوں کے حقوق کو وہ جس طرح پامال کرتے ہیں ۔ان کی زندگیوں کو جس طرح اجیرن بناتے ہیں۔اس ناول میں ہمیں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں ۔ایک مقام پر خدیجہ مستور ہندو عورت کی بے بسی کو ان الفاظ میں یوں دکھاتی ہیں۔

> ''تم نے ہولی نہیں کھیلی کسم؟''اماں نے پوچھا تھا۔
>
> ''میں ودھوا جو ہوں موسی''____کسم دیدی کی ہنستی ہوئی صورت کملا گئی۔
>
> ''ہوں!''اماں نے شاہد پہلی بار انہیں دیکھا تھا۔
>
> ''جی چاہتا ہے کہ خوب رنگ کھیلوں موسی،رنگین ساری پہنوں،من کو مارنا کتنا مشکل کام ہوتا ہے،پرپتی نے تو یہ کچھ بھی نہ تھا۔''کسم دیدی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔(۳)

ودھوا عورت کا کیا قصور،وہ اپنی مرضی سے تو وہ ودھوا نہیں ہوئی۔یہاں پر ہندو معاشرے کے دوہرے معیار کو دکھایا گیا ہے۔مرد نے اپنے لیے اور اصول بنائے ہیں اور عورت کے لیے اور۔ہندو مرد ایک سے زیادہ شادیاں کر سکتا ہے۔اس کے لیے کوئی پابندی نہیں۔لیکن اگر ودھوا عورت اپنے مستقبل اور آنے والے اچھے برے وقت کے بارے میں شوچنا چاہے تو سماج میں طرح طرح کی باتیں ہوتی ہیں۔وہ والدین کے لیے باعث شرمندگی ہوتی ہے۔جس کے نتیجے میں اکثر اوقات نوجوان ودھوائیں خودکشی یا پھر گھر چھوڑنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ناول میں ایک مقام پر یوں دکھایا گیا ہے۔

> اب خوب ہولی کھیلے گی،رنگین ساریاں پہنے گی،اماں باوا کی ناک کٹ گئی تو کیا ہے،ارے میں ہوتی تو بھاگنے والوں کو زندہ دفنا دیتی، سگی بہن نکلی سلمہ کی،توبہ!اور نہ کرے دوسری شادی،اپنے دھرم کو لے کر چاٹیں اب،بیٹی ہر وقت گاتی رہتی تھی تب کسی کو پتہ نا چلا۔(۴)

برصغیر میں جب ہندوستان کی تقسیم کی بات شروع ہوئی اور اس ضمن میں سیاسی حلقے متحرک ہوئے تو ہر فرد نے اپنی سوچ کے مطابق ہندستان کی تقسیم کو اچھا یا برا کہا۔مجموعی طور پر یہ ایک بہت بڑا انقلاب تھا۔یہ دونوں قوموں کی بقا،خصوصاً مسلمانوں کے لیے کسی نوید سحر سے کم نہ تھا۔مگر یہ انقلاب انفرادی لحاظ سے بہت سے غیر متوقع امور کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔اس علاحدگی کی بنیاد پر ہر انسان جب اپنی سوچ کی پیروی کرنے لگا تو اس کے بہت سنگین نتائج سامنے آئے۔جس کے سبب مختلف علاقے یا آبادیاں نہیں بلکہ ایک ہی خاندان اور بعض دفعہ ایک ہی

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
**Volume 2, 2021(Issue III, July to September)**

چھت کے نیچے رہنے والے افراد ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔ کوئی کانگرس کے گن گانے لگا اور کوئی مسلم لیگی بن گیا۔

ناول " آنگن " چھوٹے پیانے پر تحریک آزادی کے عہد کا سماجی منظر نامہ ہے۔ جہاں برصغیر کا ہر فرد تضادات کا شکار نظر آتا ہے۔ آنگن کا موضوع وہ تحریک آزادی ہے جس کا نتیجہ قیام پاکستان کی صورت میں سامنے آیا۔ آزادی کے بعد "بڑے چچا" کانگرسی اُصولوں کے لیے سب کچھ داؤ پر لگا دیتے ہیں۔" خدیجہ مستور" نے بڑے چچا کی ذہنیت اور کٹر کانگرسی ہونے کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

> بڑے چچا کئی بار جیل جا چکے تھے، انہیں قید تنہائی اور بیڑیاں پہننے کی سزا بھی مل چکی تھی۔ ان کے پیروں میں موٹے موٹے سیاہ گٹھے پڑے ہوئے تھے۔ پاؤں دھوتے ہوئے وہ ان سیاہ گٹھوں کو بڑے پیار فخر اور پیار سے دیکھا کرتے۔ وہ اس قدر کٹر کانگرسی تھے کہ خالص مسلمانوں کی کسی بھی جماعت کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔۔۔۔۔ کانگرس کا سوا ہر جماعت کے لوگ ان کی نظر میں ملک کے غدار تھے۔ (۵)

اس طرح ماحول نے بنیاد پرستی کا روپ اختیار کر لیا اور پھر یہ ایک ایسا گھرانہ تھا جو کثیر الاتعداد مکینوں پر مشتمل تھا۔ اس کے مکینوں کی سوچ دوسروں سے یک سر مختلف تھی۔ اس وجہ سے وہ الگ الگ دھندوں سے منسلک تھے۔ کبھی ایک فریق دوسرے کو برا کہتا کبھی دوسرا پہلے کو۔ کبھی ایک پر پابندی لگ رہی ہوتی تو کبھی دوسرے پر۔ کسی کو بھی آزادانہ زندگی گزارنے کی اجازت نہ تھی۔ پھر بھی وہ اپنے اپنے انداز فکر کے مطابق پوری طرح اپنے ہم خیالوں کی پشت پناہی کر رہے تھے۔

ناول "آنگن" کے کرداروں کے خیالات کو "خدیجہ مستور" نے اپنے ناول میں نہایت دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔

> ارے ہاں بجیا وہ کل ہمارے کمرے میں جلسہ ہو گا۔ چھمی سب کچھ بول چکی۔
> کیسا جلسہ ؟ عالیہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔
> ارے مسلم لیگ کا جلسہ۔ بجیا۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
**Volume 2, 2021(Issue III, July to September)**

پر بڑے چچا جو ناراض ہوں گے، میں کیا انہیں منع کرتی ہوں کہ کافروں کے جلسوں میں نہ جایا کریں۔۔۔۔میں تو اپنی جان تک نچھاور کر دوں مسلم لیگ پر، پھر ہمارے کافر چچا کو پتہ چلے۔(۶)

چھمی کانگریس کی مخالفت اور مسلم لیگ کی حمایت میں نعرے لگاتی اور بچوں کو اکٹھا کر کے گاتی رہتی۔

کاشی میں تلسی تو بوئی بکریاں سب چر گئیں
گاندھی جی ماتم کرو ہندو کی نانی مر گئیں(۷)

ان تمام امور کی وجوہات کہیں تو مذہبی اختلاف رہا اور کہیں ذاتی۔ ان اختلافات کی وجوہات وقت کے ساتھ تبدیل ہوتی رہیں اور ماحول بنیاد پرستی کی زد میں آتا رہا۔ناول آنگن گہرے سماجی شعور اور بصیرت کے ساتھ لکھا گیا۔اس میں وہی واقعات بیان کئے گئے جو تقسیم سے پہلے کی جدوجہدِ آزادی کے مراحل اورآزادی کے بعد کی مایوسی لیے ہوئے ہیں کیونکہ جن مقاصد کے لیے قربانیاں دی گئیں تھیں وہ حاصل نہیں ہوئے تھے۔دونوں معاشروں میں بنیادی پرستی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ہندو مسلمانوں کا اب بھی ہندوستان میں رہنا قبول نہیں کرتے۔ آزادی کے فوراً بعد تو اور بھی مشکل تھا۔ناول میں ایسے بہت سے وقعات مل جاتے ہیں۔جہاں ہندوؤں کا کٹرپن سامنے آتا ہے۔ ایک مقام پر بڑے چچا جو کٹر کانگرسی تھے اور کانگرس کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار تھے۔انہوں نے اپنا کاروبار کانگرس کے لیے تباہ کر دیا۔گھر کو نظر انداز کر دیا۔اپنوں کے ساتھ دشمنیاں مول لیں۔ لیکن جب ملک آزاد ہوا تو ان کو اس ملک میں رہنے کی اجازت نہ ملی۔کسی انجان قاتل نے انہیں قتل کر دیا ۔ناول میں اس واقعہ کو اس طرح دکھایا گیا ہے۔

مسلمان کانگریسی لیڈر کو کسی شخص نے مار دیا۔نہرو کا اظہار افسوس، مرحوم کے خاندان کے لیے تین ہزار روپیہ کا عطیہ۔ہندو منافرت کی شدید مذمت۔۲۹۳

اس تکلیف دے صورت حال کو پورے معاشرے پر پھیلانے کے بجائے ایک گھر کے آنگن تک ہی محدود رکھا۔ناول میں اس خاندان کا شیرازہ بکھرا نظر آتا ہے۔عالیہ کے والد انگریزوں کے ساتھ دشمنی کے اقدام میں قتل کے مقدمے میں جیل ہی میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔اس حوالے سے "خدیجہ مستور" لکھتی ہیں۔

بڑے چچا کو کسی ہندو نے چپکے سے مار دیا۔اس نے بڑے سکون سے کہا۔اتنا رو چکنے کے بعد اسے جیسے صبر آگیا تھا۔۲۴۹

عالیہ کو چچا کی موت کی خبر سن کر بہت صدمہ ہوا۔ بڑے چچا کی اتنی بڑی شخصیت کا ایسا انجام۔۔۔ہندو ایسے خاموش تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔اس خبر نے عالیہ کو خون کے آنسو رلا دیا۔ ابو کی وفات کے بعد بڑے چچا نے عالیہ سے اپنے باپ سے زیادہ محبت کی تھی اور عالیہ بھی ان کا بہت احترام کرتی تھی۔ دور ہونے کے ناطے آج وہ اس حال میں تھی کہ وہ ان کا دیدار بھی نہیں کر سکی۔

شمالی ہندوستان کے متوسط مسلم گھرانوں کے تقسیم کے دور کے حالات اور ان کی نفسیاتی الجھنوں اور معاشی افلاس کو آنگن میں کامیابی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ آنگن یوپی کے مسلمانوں کے جاگیردارانہ کے زوال اور بدلے ہوئے کاروباری و صنعتی نظام میں ان کی بیچارگی کا آئینہ دار ہے۔

حوالہ جات


۱۔ قومی انگریزی، اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، ۲۰۰۸، صفحہ ۶۵۸

۲۔ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد دوم دانش گاہ پنجاب، لاہور، صفحہ ۳۹۷

۳۔ خدیجہ مستور، آنگن، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور صفحہ ۴۶

۴۔ ایضاً ۴۶

۵۔ ایضاً ۸۴

۶۔ ایضاً ۹۱

۷۔ ایضاً ۱۳۲